مثیل موعود ہونے کے بارہ میں اس عاجز کا الہام حدیث اور قرآن کے ہرگز مخالف نہیں اور
کتب حدیث کو مہمل اور بے کار نہیں کرتا بلکہ اُن کا مصدق اور اُن کی سچائی کو ظاہر کرنے والا
ہے کیا یہ سچ نہیں کہ فرقان کریم مسیح ابنؔ مریم کا فوت ہو جانا بیان کر رہا ہے اور دجال معہود کا «۲۵۶»
مر جانا خود صحیح مسلم کی بعض حدیثیں ثابت کر رہی ہیں پھر قرآن اور بعض حدیث میں تطبیق
کرنے کے لئے بجز اس کے اور کیا راہ ہے کہ ابن مریم کے اُترنے سے اس کے کسی مثیل یا کئی
مثیلوں کا اُترنا مراد لیا جاوے۔ پھر جبکہ الہام بھی اسی راہ کی طرف رہنمائی کرے تو کیا وہ
حدیث اور قرآن کے موافق ہوا یا مخالف؟

اب رہا یہ امر کہ کسی نبی کا اپنے تئیں مثیل ٹھہرانا عندالشرع جائز ہے یا نہیں۔ پس واضح
ہو کہ درحقیقت اگر غور کر کے دیکھو تو جس قدر انبیاء دنیا میں بھیجے گئے ہیں وہ اسی غرض سے
بھیجے گئے ہیں کہ تا لوگ اُن کے مثیل بننے کے لئے کوشش کریں اگر ہم ان کی پیروی کرنے
سے اُن کے مثیل نہیں بن سکتے بلکہ ایسے خیال سے انسان کافر و ملحد ہو جاتا ہے تو اس صورت
میں انبیاء کا آنا عبث اور ہمارا اُن پر ایمان لانا بھی عبث ہے۔ قرآن شریف صاف یہی ہدایت
فرماتا ہے اور ہمیں سورۂ فاتحہ اُم الکتاب میں مثیل بن جانے کی امید دیتا ہے اور ہمیں تاکید
فرماتا ہے کہ پنج وقت تم میرے حضور میں کھڑے ہو کر اپنی نماز میں مجھ سے یہ دعا مانگو کہ
اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۔ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ [1] یعنی اے میرے خداوند «۲۵۷»
رحمٰن و رحیم ہمیں ایسی ہدایت بخش کہ ہم آدم صفی اللہ کے مثیل ہو جائیں شیث نبی اللہ کے مثیل
بن جائیں حضرت نوح آدم ثانی کے مثیل ہو جائیں۔ ابراہیم خلیل اللہ کے مثیل ہو جائیں موسیٰ
کلیم اللہ کے مثیل ہو جائیں۔ عیسیٰ روح اللہ کے مثیل ہو جائیں اور جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ
حبیب اللہ کے مثیل ہو جائیں اور دنیا کے ہر ایک صدیق و شہید کے مثیل ہو جائیں۔ اب
ہمارے علماء جو مثیل ہونے کے دعویٰ کو کفر و الحاد خیال کرتے ہیں اور جس شخص کو الہام الٰہی کے
ذریعہ سے اس ممکن الحصول مرتبہ کی بشارت دی جاوے اس کو ملحد اور کافر اور جہنمی ٹھہراتے ہیں۔

[1] الفاتحہ:۶، ۷

﴿ح﴾ کہ جو نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائے اور نہ قرآن کریم میں وارد ہوئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی محدثات ہی دیکھو جن کا ایک رسالہ بنتا ہے۔ اسلام کیلئے ہجری تاریخ انہوں نے مقرر کی اور شہروں کی حفاظت کیلئے کوتوال مقرر کئے اور بیت المال کیلئے ایک باضابطہ دفتر تجویز کیا۔ جنگی فوج کیلئے قواعد رخصت اور حاضری ٹھہرائے اور ان کے لڑنے کے دستور مقرر کئے اور مقدمات مالی وغیرہ کے رجوع کیلئے خاص خاص ہدایتیں مرتب کیں اور حفاظت رعایا کیلئے بہت سے قواعد اپنی طرف سے تجویز کر کے شائع کئے اور خود کبھی کبھی اپنے عہد خلافت میں پوشیدہ طور پر رات کو پھرنا اور رعایا کا حال اس طرح سے معلوم کرنا اپنا خاص کام ٹھہرایا لیکن کوئی ایسا نیا کام اس عاجز نے تو نہیں کیا صرف طلب علم اور مشورہ امداد اسلام اور ملاقات اخوان کے لئے یہ جلسہ تجویز کیا۔ رہا مکان کا بنانا تو اگر کوئی مکان بہ نیّت مہمانداری اور بہ نیت آرام ہر یک صادر و وارد بنانا حرام ہے تو اس پر کوئی حدیث یا آیت پیش کرنی چاہیئے اور اخویم حکیم نورالدین صاحب نے کیا گناہ کیا کہ محض للہ اس سلسلہ کی جماعت کیلئے ایک مکان بنوا دیا جو شخص اپنی تمام طاقت اور اپنے مال عزیز سے دین کی خدمت کر رہا ہے اس کو جائے اعتراض ٹھہرانا کس قسم کی ایمانداری ہے۔ اے حضرات مرنے کے بعد معلوم ہوگا ذرا صبر کرو وہ وقت آتا ہے کہ ان سب منہ زوریوں سے سوال کئے جاؤ گے۔ آپ لوگ ہمیشہ یہ حدیث پڑھتے ہیں کہ جس نے اپنے وقت کے امام کو شناخت نہ کیا اور مر گیا وہ جاہلیت کی موت پر مرا لیکن اس کی آپ کو کچھ بھی پرواہ نہیں کہ ایک شخص عین وقت پر یعنے چودھویں صدی کے سر پر آیا اور نہ صرف چودھویں صدی بلکہ عین ضلالت کے وقت اور عیسائیت اور فلسفہ کے غلبہ میں اس نے ظہور کیا اور بتلایا کہ میں امام وقت ہوں اور آپ لوگ اس کے منکر ہو گئے اور اس کا نام کافر اور دجال رکھا اور اپنے بدخاتمہ سے ذرا خوف نہ کیا اور جاہلیت پر مرنا پسند کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ہدایت کی تھی کہ تم پنج وقت نمازوں میں یہ دعا پڑھا کرو کہ اِهۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِيۡمَ صِرَاطَ الَّذِيۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَيۡهِمۡ [1] یعنے اے ہمارے خدا اپنے منعم علیہم بندوں کی ہمیں راہ بتا وہ کون ہیں۔ نبی اور صدیق اور شہید اور صلحاء۔ اس دعا کا خلاصہ مطلب یہی تھا کہ ان چاروں گروہوں میں سے جس کا زمانہ تم پاؤ اس کے سایہ صحبت میں آ جاؤ۔ اور اس سے فیض حاصل کرو لیکن اس زمانہ کے مولویوں نے اس آیت پر خوب عمل کیا۔ آفرین آفرین میں ان کو کس سے تشبیہ دوں وہ اس اندھے سے مشابہ ہیں جو دوسروں کی آنکھوں کا علاج کرنے کیلئے بہت زور کے ساتھ لاف و گذاف مارتا ہے اور اپنی نابینائی سے غافل ہے۔

بالآخر میں یہ بھی ظاہر کرتا ہوں کہ اگر مولوی رحیم بخش صاحب اب بھی اس فتویٰ سے رجوع نہ کریں تو میں ان کو اللہ جلّ شانہٗ کی قسم دیتا ہوں کہ اگر وہ طالب حق ہیں تو اس بات کے تصفیہ کیلئے میرے پاس قادیان میں آ جائیں میں ان کی آمد و رفت کا خرچ دے دوں گا اور ان پر کتابیں کھول کر اور قرآن اور حدیث دکھلا کر ثابت کر دوں گا کہ یہ فتویٰ ان کا سراسر باطل اور شیطانی اغواء سے ہے۔ والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ۔

(۷ ادسمبر ۱۸۹۲ء) خاکسار **غلام احمد** از قادیان ضلع گورداسپور

[1] الفاتحۃ: ۶-۷

توڑ کر بحیثیت خدائی وابنیت خدا تعالیٰ دنیا میں آنا ثابت کر دکھلاویں پھر کوئی وجہ انکار کی نہ ہوگی کیونکہ سلسلہ استقراء کے مخالف جب کوئی امر ثابت ہو جائے تو وہ امر بھی قانون قدرت اور سنت اللہ میں داخل ہو جاتا ہے سو ثابت کرنا چاہیے۔ مگر دلائل عقلیہ سے پھر مسٹر عبداللہ آتھم صاحب فرماتے ہیں کہ الہام چاہیے کہ اپنی شرح آپ کرے سو واضح ہو کہ اس میں ہمارا اتفاق رائے ہے۔ بیشک الہام صحیح اور سچے کے لئے یہی شرط لازمی ہے کہ اس کے مقامات مجملہ کی تفصیل بھی اسی الہام کے ذریعہ سے کی جائے جیسا کہ قرآن کریم میں یعنی سورہ فاتحہ میں یہ آیت ہے۔ اِهۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِيۡمَ صِرَاطَ الَّذِيۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَيۡهِمۡ [1] اب اس آیت میں جو اَنۡعَمۡتَ عَلَيۡهِمۡ کا لفظ ہے یہ ایک مجمل لفظ تھا اور تشریح طلب تھا تو خدا تعالیٰ نے دوسرے مقام میں خود اس کی تشریح کر دی اور فرمایا کہ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيۡنَ اَنۡعَمَ اللّٰهُ عَلَيۡهِمۡ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيۡقِيۡنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيۡنَ [2] (سیپارہ ۵ ر۶)

اور پھر ڈپٹی صاحب موصوف اپنی عبارت میں جس کا خلاصہ لکھتا ہوں یہ فرماتے ہیں کہ الہام الٰہی کے لئے یہ ضروری نہیں کہ وہ اپنے دعاوی کو دلائل عقلیہ سے ثابت کرے بلکہ اس کے لئے صرف بیان کر دینا کافی ہوگا اور پھر اس کتاب کے پڑھنے والے دلائل آپ پیدا کر لیں گے۔ یہ بیان ڈپٹی صاحب کا اس روک اور حفاظت خود اختیاری کیلئے ہے کہ میں نے یہ دلیل پیش کی تھی کہ خدا تعالیٰ کی سچی کتاب کی یہ ضروری علامت اور شرط ہے کہ وہ دعویٰ بھی آپ کرے اور اس دعویٰ کی دلیل بھی آپ بیان فرماوے تا کہ ہر ایک پڑھنے والا اس کا دلائل شافیہ پا کر اس کے دعاوی کو بخوبی سمجھ لیوے اور دعویٰ بلا دلیل نہ رہے کیونکہ ہر ایک متکلّم کا ایک نقص سمجھا جاتا ہے کہ دعاوی کرتا چلا جائے اور ان پر کوئی دلیل نہ لکھے۔ اب ڈپٹی صاحب موصوف کو یہ شرط سن کر یہ فکر پڑی کہ ہماری انجیل اس مرتبہ عالیہ سے خالی ہے اور وہ کسی صورت سے قرآن کریم کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ بہتر ہے کہ کسی طرح سے اس کو ٹال ہی دیا جائے سو میری دانست میں ڈپٹی صاحب موصوف کا انجیل شریف پر یہ ایک احسان ہے جو آپ اس کی پردہ پوشی کی حمایت میں لگے ہوئے ہیں۔ افسوس کہ آپ نے ان کلمات کے لکھتے وقت اس بات کی طرف توجہ نہیں فرمائی کہ آپ ایک زمانہ دراز تک اکسٹرا اسسٹنٹ رہ چکے ﴿۳۱﴾

[1] الفاتحۃ:۶،۷　[2] النسآء:۷۰

THE HOLY WAR

A DEBATE

جنگ مقدس

A DEBATE BETWEEN THE MUSLIMS & CHRISTIANS OF AMRITSAR, FOR THE PURPOSE OF INVESTIGATING THE TRUTH

Representing the Muslims
ḤAḌRAT MIRZA GHULAM AHMAD[AS]
OF QADIAN

Representing the Christians
DEPUTY ABDULLAH ATHAM,
PENSIONER

The Holy War

viz.

A Debate

**Between the Muslims & Christians,
for the Purpose of Investigating the Truth**

From 22 May 1893 to 5 June 1893, in Amritsar, India

Representing the Muslims,
Ḥaḍrat Mirza Ghulam Ahmad[as] of Qadian

&

Representing the Christians,
Deputy Abdullah Atham, Pensioner
published verbatim daily after attestation by both sides

ISLAM INTERNATIONAL PUBLICATIONS LTD.

that the birth of Prophet Adam[as] in the very beginning of the human race has been accepted to be unique, similarly it should be proved that the Messiah[as] was the Son of God, or God, and came into the world by contravening the previous well-known proven practice of the manner of coming of Prophets, and that he came as God or the Son of God. Then there would be no excuse left for us to deny because when an occurrence going against inductive reasoning is proven to have taken place, then that matter also automatically becomes included in the law of nature and the practice of God. So please prove this issue, but with logical arguments.

Then Mr. Abdullah Atham states that revelation should be self-explanatory. So let it be clear that we agree on this point. Without a doubt, for a true revelation, this very condition is necessary that the exposition of all its parts needing explanation should also be done based on the revelation itself. As we see in the **Noble Quran,** there is this verse in *Sūrah al-Fātiḥah*; namely:

اِهۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِيۡمَ ۝ صِرَاطَ الَّذِيۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَيۡهِمۡ [1]

Now, in this verse, the words اَنۡعَمۡتَ عَلَيۡهِمۡ [2] are succinct and require explanation; therefore, at another place, God Almighty elaborated upon this Himself, stating:

فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيۡنَ اَنۡعَمَ اللّٰهُ عَلَيۡهِمۡ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيۡقِيۡنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيۡنَ—*(Part 5, R. 6)* [3]

---

1. Guide us in the right path—the path of those on whom You have bestowed *Your* blessings (*Sūrah al-Fātiḥah,* 1:6–7). [Publisher]
2. On whom You have bestowed *Your* blessings (*Sūrah al-Fātiḥah,* 1:7). [Publisher]
3. Who shall be among those on whom Allah has bestowed His blessings, namely, the Prophets, the Truthful, the Martyrs, and the Righteous (*Sūrah an-Nisā'* 4:70). [Publisher]

بذریعہ خط اِس کشف سے اِطلاع دے دی گئی تھی جواب تک بفضلہٖ تعالیٰ زندہ موجود ہیں اور خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر اِس تمام بیان کی تصدیق کر سکتے ہیں۔

اب سوچنا چاہیئے کہ غیب کا وسیع علم غیر کو ہرگز دیا نہیں جاتا اور گو ممکن ہے کہ غیر کو بھی جس کے تعلقات خدا تعالیٰ سے محکم نہیں ہیں کبھی سچی خواب آجائے یا سچا کشف ہو جائے لیکن ولایت اور قبولیت کی علامات میں لازمی طور پر یہ شرط ہے کہ اُمورِ غیبیہ اور پوشیدہ باتیں اِس قدر ظاہر ہوں کہ وہ اپنی کثرت میں دنیا کے تمام لوگوں سے بڑھے ہوئے ہوں اور اس کثرت سے ہوں کہ کوئی بھی اُن کا مقابلہ نہ کر سکے۔ یہ بات یاد رکھنے کے لائق ہے کہ جبکہ خدا تعالیٰ اپنے فضل عظیم اور کرم عمیم سے کسی شخص کو اپنی خلعتِ ولایت اور رُتبہ کرامت سے مشرف اور سرفراز فرماتا ہے تو چار چیزوں میں اُس کو جمیع اس کے ابناء جنس اور تمام ہم عصر لوگوں سے امتیاز کلی بخشتا ہے اور ہر ایک شخص جو وہ امتیاز اُس کے شامل حال ہوتی ہے اُس کی نسبت قطعی اور یقینی طور پر ایمان رکھنا لازم ہو جاتا ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کے اُن کامل بندوں اور اعلیٰ درجہ کے اولیاء میں سے ہے جن کو اُس نے اپنے ہاتھ سے چنا ہے اور اپنی نظر خاص سے اُن کی تربیت فرمائی ہے اور وہ چار چیزیں جو کامل اولیاء اور مردانِ خدا کی نشانی ہے چار کمال ہیں جو بطور نشان اور خارق عادت کے اُن میں پیدا ہوتے ہیں اور ہر ایک کمال میں وہ دوسروں سے بیّن اور صریح طور پر ممتاز ہوتے ہیں بلکہ وہ چاروں کمال معجزہ کی حد تک پہنچے ہوئے ہوتے ہیں اور ایسا آدمی کبریت اَحمر کا حکم رکھتا ہے اور اِس مرتبہ پر وہی شخص پہنچتا ہے جس کو عنایت ازلی نے قدیم سے دنیا کو فائدہ پہنچانے کے لئے منتخب کیا ہو۔ اور وہ چار کمال جو بطور چار نشان یا چار معجزہ کے ہیں جو ولی اعظم اور قطب الاقطاب اور سیّد الاولیاء کی نشانی ہے

یہ ہیں۔(۱) **اوّل** یہ کہ اُمور غیبیہ بعد استجابت یا اور طریق پر اِس کثرت سے اُس پر کھلتے رہیں اور بہت سی پیشگوئیاں ایسی صفائی سے ظہور پذیر ہو جائیں کہ اُس کثرت مقدار اور صفاء کیفیت کے لحاظ سے کوئی شخص اُن کا مقابلہ نہ کر سکے اور اُن کمّی اور کیفی کمالات میں احتمال شرکت غیر بکلّی معدوم بلکہ محالات میں سے ہو یعنی جس قدر اُس پر اسرارِ غیب ظاہر ہوں اور جس قدر اُس کی دعائیں قبول ہو کر اُن قبولیتوں سے اُس کو اطلاع دی جائے اور جس قدر اُس کی تائید میں آسمان اور زمین اور انفس اور آفاق میں خوارق ظہور پذیر ہوں بکلّی غیر ممکن ہو جو اُن کی نظیر کوئی دکھلا سکے یا اُن کمالات میں مقابلہ پر کھڑا ہو سکے اور اس قدر علم غیوب الٰہیہ اور کشف انوارِ نامتناہیہ اور تائیداتِ سماویہ بطور خارق عادت اور اعجاز اور کرامت اُس کو عطا کی جائے کہ گویا ایک دریا ہے جو چل رہا ہے اور ایک عظیم الشان روشنی ہے جو آسمان سے اتر کر زمین پر پھیل رہی ہے اور یہ امور اِس حد تک پہنچ جائیں جو بہ بداہت نظر خارق عادت اور فائق العصر دکھائی دیں اور یہ کمال کمالِ نبوت سے موسوم ہے۔(۲) اور **دوسرا کمال** جو بطور نشان کے امام الاولیاء اور سیّد الاصفیاء کے لئے ضروری ہے وہ فہم قرآن اور معارف کی اعلیٰ حقیقت تک وصول ہے۔ یہ بات ضروری طور پر یاد رکھنے کے لائق ہے کہ قرآن شریف کی ایک ادنیٰ تعلیم ہے اور ایک اوسط اور ایک ﴿۱۲۳﴾
اعلیٰ اور جو اعلیٰ تعلیم ہے وہ اِس قدر انوار معارف اور حقائق کی روشن شعاعوں اور حقیقی حسن اور خوبی سے پُر ہے جو ادنیٰ یا اَوسط استعداد کا اُس تک ہرگز گذر نہیں ہو سکتا بلکہ وہ اعلیٰ درجہ کے اہل صَفوت اور اَربابِ طہارت فطرت ان سچائیوں کو پاتے ہیں جن کی سرشت سراسر نور ہو کر نور کو اپنی طرف کھینچتی ہے سو اوّل مرتبہ صدق کا جو اُن کو حاصل ہوتا ہے دنیا سے نفرت اور ہر ایک لغو امر سے طبعی کراہت ہے۔ اور اِس عادت کے

راسخ ہونے کے بعد ایک دوسرے درجہ پر صدق پیدا ہوتا ہے جس کو اُنس اور شوق اور رجوع اِلی اللہ سے تعبیر کر سکتے ہیں اور اِس عادت کے راسخ ہونے کے بعد ایک تیسرے درجہ کا صدق پیدا ہوتا ہے جس کو تبدّلِ اعظم اور اِنقطاعِ اَتم اور محبت ذاتیہ اور فنافی اللہ کے درجہ سے تعبیر کر سکتے ہیں اور اِس عادت کے راسخ ہونے کے بعد رُوحِ حق اِنسان میں حلول کرتی ہے اور تمام پاک سچائیاں اور اعلیٰ درجہ کے معارف وحالات بطریق طبیعت وجبلّت بکمال وجد وشرح صدر اُس شخص کے نفسِ پاک پر وارد ہونے شروع ہو جاتے ہیں اور عمیق در عمیق معارف قرآنیہ و نکات شرعیہ اُس شخص کے دِل میں جوش مارتے اور زبان پر جاری ہوتے ہیں اور وہ اسرارِ شریعت اور لطائفِ طریقت اُس پر کھلتے ہیں جو اہلِ رسم اور عادت کی عقلیں اُن تک پہنچ نہیں سکتیں کیونکہ یہ شخص مقام نفحاتِ الٰہیہ پر کھڑا ہوتا ہے اور روح القدس اس کے اندر بولتی ہے اور تمام کذب اور دروغ کا حصہ اس کے اندر سے کاٹا جاتا ہے کیونکہ یہ روح سے پاتا اور روح سے بولتا اور روح سے لوگوں پر اثر ڈالتا ہے اور اِس حالت میں اُس کا نام صدیق ہوتا ہے کیونکہ اُس کے اندر سے بکلی کذِب کی تاریکی نکلتی اور اُس کی جگہ سچائی کی روشنی اور پاکیزگی اپنا دخل کرتی ہے اور اِس مرتبہ پر اعلیٰ درجہ کی سچائیوں کا ظہور اور اعلیٰ معارف کا اُس کی زبان پر جاری ہونا اُس کے لئے بطور نشان کے ہوتا ہے۔ اُس کی پاک تعلیم جو سچائی کے نور سے خمیر شدہ ہوتی ہے دنیا کو حیرت میں ڈالتی ہے۔ اُس کے پاک معارف جو سرچشمہ فنافی اللہ اور حقیقت شناسی سے نکلتے ہیں تمام لوگوں کو تعجب میں ڈالتے ہیں اور اِس قسم کا کمال صدیقیّت کے کمال سے موسوم ہے۔

یاد رہے کہ صدیق وہ ہوتا ہے جس کو سچائیوں کا کامل طور پر علم بھی ہو اور پھر کامل اور طبعی طور پر اُن پر قائم بھی ہو۔ مثلاً اُس کو اُن معارف کی حقیقت معلوم ہو کہ وحدانیت باری تعالیٰ کیا شے ہے اور اُس کی اطاعت کیا شے اور محبت باری عَزَّ اِسمہٗ کیا شے اور شرک سے کس مرتبہ اخلاص پر مَخلصی حاصل ہو سکتی ہے اور عبودیت کی کیا حقیقت ہے اور اخلاص کی حقیقت کیا اور توبہ کی حقیقت کیا اور صبر اور توکل اور رضا اور محویت اور فنا اور صدق اور وفا اور تواضع اور سخا اور ابتہال اور دعا اور عفو اور حیا اور دیانت اور امانت اور اتقا وغیرہ اخلاقِ فاضلہ کی کیا کیا حقیقتیں ہیں۔ پھر ماسوا اِس کے اِن تمام صفاتِ فاضلہ پر قائم بھی ہو☆۔ اور تیسرا کمال جو اکابر اولیاء کو دیا جاتا ہے ﴿۱۲۴﴾ مرتبۂ شہادت ہے اور مرتبۂ شہادت سے وہ مرتبہ مراد ہے جبکہ انسان اپنی قوتِ ایمان سے اِس قدر اپنے خدا اور روزِ جزا پر یقین کر لیتا ہے کہ گویا خدا تعالیٰ کو اپنی آنکھ سے دیکھنے لگتا ہے۔ تب اس یقین کی برکت سے اعمال صالحہ کی مرارت اور تلخی

☆ حاشیہ

جن عظیم الشان لوگوں کو بڑے بڑے عظیم ذمہ داریوں کے کام ملتے ہیں اور بعض اوقات خدا تعالیٰ سے عِلم پا کر خضر کی طرح ایسے کام بھی اُن کو کرنے پڑتے ہیں جن سے ایک کوتہ بین شخص کی نظر میں وہ بعض اخلاقی حالتوں میں یا معاشرت کے طریقوں میں قابل ملامت ٹھہرتے ہیں۔ اُن کے دشمنوں کی باتوں کی طرف دیکھ کر ہرگز بدظن نہیں ہونا چاہیے کیونکہ اندھے دشمنوں نے کسی نبی اور رسول کو اپنی نکتہ چینی سے مستثنٰی نہیں رکھا۔ مثلاً وہ موسیٰ مردِ خدا جس کی نسبت توریت ﴿۱۲۴﴾ میں آیا ہے کہ وہ زمین کے تمام باشندوں سے زیادہ ترحلیم اور امین ہے مخالفوں نے اُن پر یہ اعتراض کئے ہیں کہ گویا وہ نعوذ باللہ نہایت درجہ کا سخت دل اور خونی انسان تھا جس کے حکم سے کئی لاکھ شیر خوار بچے قتل کئے گئے اور ایسا ہی کہتے ہیں کہ وہ نہ دیانت اور امانت سے حصہ رکھتا تھا اور نہ عہد کا پابند تھا کیونکہ اُس کے ایماء سے بنی اسرائیل نے کئی لاکھ روپیہ کے سونے اور چاندی کے برتن اور قیمتی زیور بنی اسرائیل☆ سے بطور مستعار لئے اور

☆ سہو کتابت معلوم ہوتا ہے ”مصریوں“ ہونا چاہیے۔ (ناشر)

دور ہو جاتی ہے۔ اور خدا تعالیٰ کی ہر ایک قضاء وقدر بباعث موافقت کے شہد کی طرح دِل میں نازل ہوتی اور تمام صحنِ سینہ کو حلاوت سے بھر دیتی ہے اور ہر ایک ایلام انعام کے رنگ میں دِکھائی دیتا ہے۔ سو شہید اُس شخص کو کہا جاتا ہے جو قوتِ ایمانی کی وجہ سے خدا تعالیٰ کا مشاہدہ کرتا ہو اور اُس کے تلخ قضا وقدر سے شہد شیریں کی طرح لذت اُٹھاتا ہے اور اِسی معنے کے رو سے شہید کہلاتا ہے۔ اور یہ مرتبہ کامل مومن کے لئے بطور نشان کے ہے اور اِس کے بعد

بقیہ حاشیہ

یہ عہد کیا کہ ہم ابھی چند روز کے بعد واپس آ کر یہ تمام مال واپس دے دیں گے۔ مگر عہد کو توڑا اور مال بیگانہ ہضم کیا اور جھوٹ بولا اور کہتے ہیں کہ یہ موسیٰ کا گناہ تھا کیونکہ اُس کے مشورہ اور علم سے ایسا کیا گیا اور اُس نے اِس حرکت پر بنی اسرائیل کو کچھ سرزنش نہیں کی بلکہ اسی مال سے وہ بھی کھاتا رہا۔ ایسا ہی حضرت مسیح پر بھی اُن کے دشمنوں نے اعتراض کیا ہے کہ وہ تقویٰ کے پابند نہ تھے چنانچہ ایک بدکار عورت نے ایک نفیس عطر جو بدکاری کے مال سے خریدا گیا تھا اُن کے سر پر ملا اور اپنے بالوں کو اُن کے پیروں پر ملا اور ایک جوان اور فاحشہ عورت کا اُن کے بدن کو چھونا اور حرام کا تیل اُن کے سر پر ملنا اور اُن کے اعضاء سے اپنے اعضاء کو لگانا یہ ایک ایسا امر ہے جو ایک پرہیز گار اور متقی اِس کا مرتکب نہیں ہوسکتا۔ اور نیز مسیح کا اجازت دینا کہ تا اُس کے شاگرد ایک غیر کے کھیت کے خوشے بلا اجازت مالک کھاویں اِس بات پر دلالت کرتا ہے کہ نعوذ باللہ مسیح کو امانت اور دیانت کی پروا نہ تھی۔ یہ وہ اعتراض ہیں جو یہودیوں نے حضرت مسیح پر کئے ہیں اور یہودیوں کی چند کتابیں جو میرے پاس موجود ہیں اِسی قسم کی ایسی سختی ان میں حضرت مسیح علیہ السلام پر کی گئی ہے جن میں یہ ثابت کرنا چاہا ہے کہ نعوذ باللہ کوئی بھی نیک صفت حضرت مسیح میں موجود نہ تھی۔ ایسا ہی عیسائیوں نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عفت اور تقویٰ اور امانت پر اعتراض کئے ہیں اور نعوذ باللہ آنجناب کو ایک نفس پرست اور خونریز اور دوسروں کے مال لوٹنے والا انسان خیال کیا ہے۔ اور ایسا ہی روافض نے حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی عفت اور امانت اور دیانت اور عدالت پر انواع اقسام کے عیب لگائے ہیں اور اُن کے نام منافق غاصب ظالم رکھتے ہیں

﴿۱۲۵﴾ ایک چوتھا مرتبہ بھی ہے جو کامل اصفیاء اور اولیاء کو اکمل اور اتم طور پر ملتا ہے اور وہ صالحین کا مرتبہ ہے اور صالح اُس وقت کسی کو کہا جاتا ہے جبکہ ہر ایک فساد سے اُس کا اندرون خالی اور پاک ہو جائے اور اُن تمام گندے اور تلخ مواد کے دور ہونے کی وجہ سے عبادت اور ذِکر الٰہی کا مزہ اعلیٰ درجہ کی لذت کی حالت پر آجائے کیونکہ جس طرح زبان کا مزہ جسمانی تلخیوں کی وجہ سے بگڑ جاتا ہے ایسا ہی روحانی مزہ روحانی مفاسد کی وجہ سے متغیر ہو جاتا ہے اور ایسے انسان کو کوئی لذت عبادت اور ذکر الٰہی کی نہیں آتی اور نہ کوئی اُنس اور ذوق اور شوق باقی رہتا ہے لیکن کامل انسان نہ صرف مواد فاسدہ سے پاک

﴿۱۲۵﴾ بقیہ حاشیہ

اور ایسا ہی خوارج حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فاسق قرار دیتے ہیں اور بہت سے امور خلاف تقویٰ اُن کی طرف منسوب کرتے ہیں بلکہ حلیۂ ایمان سے بھی اُن کو عاری سمجھتے ہیں تو اِس جگہ طبعاً یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جبکہ صدیق کے لئے تقویٰ اور امانت اور دیانت شرط ہے تو یہ تمام بزرگ اور اعلیٰ طبقہ کے انسان جو رسول اور نبی اور ولی ہیں کیوں خدا تعالیٰ نے اُن کے حالات کو عوام کی نظر میں مشتبہ کر دیا اور وہ اُن کے افعال اور اقوال کو سمجھنے سے اِس قدر قاصر رہے کہ اُن کو دائرہ تقویٰ اور امانت اور دیانت سے خارج سمجھا اور ایسا خیال کر لیا کہ گویا وہ لوگ ظلم کرنے والے اور مالِ حرام کھانے والے اور خون ناحق کرنے والے اور دروغ گوئی اور عہد شکن اور نفس پرست اور جرائم پیشہ تھے حالانکہ دنیا میں بہت سے ایسے لوگ بھی پائے جاتے ہیں کہ نہ رسول ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اور نہ نبی ہونے کا۔ اور نہ اپنے تئیں ولی اور امام اور خلیفۃ المسلمین کہلاتے ہیں لیکن با ایں ہمہ کوئی اعتراض اُن کے چال چلن اور زندگی پر نہیں ہوتا تو اس سوال کا جواب یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے ایسا کیا کہ تا اپنے خاص مقبولوں اور محبوبوں کو بدبخت شتاب کاروں سے جن کی عادت بدگمانی ہے مخفی رکھے جیسا کہ خود وجود اس کا اِس قسم کی بدظنی کرنے والوں سے مخفی ہے۔ بہتیرے دنیا میں ایسے پائے جاتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کو گالیاں دیتے ہیں اور اُس کو ظالم اور ناقدرشناس سمجھتے ہیں یا اُس کے وجود

ہو جاتا ہے بلکہ یہ صلاحیت بہت ترقی کر کے بطور ایک نشان اور خارق عادت امر کے اس میں ظاہر ہوتی ہے۔ غرض یہ چار مراتب کمال ہیں جن کو طلب کرنا ہر ایک ایماندار کا فرض ہے اور جو شخص ان سے بکلی محروم ہے وہ ایمان سے محروم ہے یہی وجہ ہے کہ اللہ جلّ شانہ نے سورہ فاتحہ میں مسلمانوں کے لئے یہی دعا مقرر کی ہے کہ وہ اِن ہر چہار کمالات کو طلب کرتے رہیں۔ اور وہ دعا یہ ہے اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ [1] اور قرآن شریف کے دوسرے مقام میں اِس آیت کی تشریح کی گئی ہے اور ظاہر فرمایا گیا ہے کہ **منعم علیھم** سے مراد نبی اور صدیق اور شہید اور صالحین ہیں اور انسان کامل اِن ہر چہار کمالات کا مجموعہ اپنے اندر رکھتا ہے۔

۷۰ منجملہ خدا تعالیٰ کے ان نشانوں کے جو میری تائید میں ظہور میں آئے وہ پیشگوئی ہے جو میں نے اشتہار ۲۱ر نومبر ۱۸۹۸ء میں کی تھی۔ تفصیل اِس اجمال کی یہ ہے کہ مولوی محمد حسین بٹالوی ایڈیٹر **اشاعۃ السنہ** نے میرے ذلیل

بقیہ حاشیہ

﴿۱۲۶﴾ سے ہی منکر ہیں۔ وہ قصہ جو قرآن شریف میں حضرت آدم صفی اللہؑ کی نسبت مذکور ہے جو فرشتوں نے اُن پر اعتراض کیا اور جناب الٰہی میں عرض کیا کہ کیوں تو ایسے مفسد اور خون ریز کو پیدا کرتا ہے؟ یہ قصہ اپنے اندر یہ پیشگوئی مخفی رکھتا ہے کہ اہلِ کمال کی ہمیشہ نکتہ چینی ہوا کرے گی۔ خدا تعالیٰ نے اِسی غرض سے خضر کا قصہ بھی قرآن شریف میں لکھا ہے تا لوگوں کو معلوم ہو کہ ایک شخص ناحق خون کر کے اور یتیموں کے مال کو عمداً نقصان پہنچا کر پھر خدا تعالیٰ کے نزدیک بزرگ اور برگزیدہ ہے۔ ہاں اس سوال کا جواب دینا باقی رہا کہ اس طرح پر امان اُٹھ جاتا ہے اور شریر انسانوں کے لئے ایک بہانہ ہاتھ آجاتا ہے۔ اور وہ کوئی بدعملی کر کے خضر کی طرح کہہ سکتے ہیں کہ ہم نے خدا کے حکم سے یہ کام کیا ہے اور یہ ایک مقامِ اشکال ہے کہ ایک طرف تو خدا یہ کہے کہ میں ظلم اور فحشاء کا حکم نہیں دیتا اور

[1] **الفاتحۃ** :۶،۷

رجسٹرڈ ایل نمبر ۷۷
قیمت پیشگی سالانہ

۱- عوام سے ۔ دہ
۲- خواص و معاونین کو ۔ ۱۲
۳- ہندوستان سے باہر ۔ ۵
۴- غیر مذاہب والوں سے ۔ ۱۲
۵- اپنی جماعت کے غیر مستطیع دس روپے سے کم آمدنی والے لوگوں سے ۔ ۲/۸

نوٹ
ہر کا سالانہ اضافہ مندرجہ بالا قیمتوں میں ڈبل اشاعت کی وجہ سے کیا گیا ہے +

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم۔ ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسہم۔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کا سب سے پہلا اور مشہور و معروف اخبار ہر مہینے کی ۲، ۶، ۱۰، ۱۴، ۱۸، ۲۲، ۲۶، ۳۰ تاریخ کو قادیان دار الامان سے شائع ہوتا ہے +

الحکم

ایڈیٹر شیخ یعقوب علی تراب احمدی

چہ گویم با تو گر آئی چہا در قادیان بینی
دوا بینی شفا بینی غرض دار الامان بینی

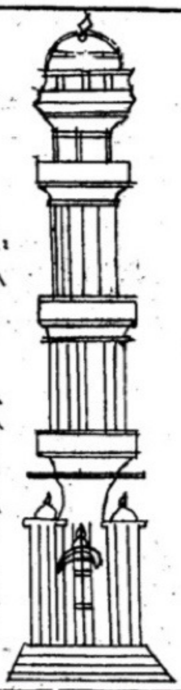

جلد ۱۲ — قادیان دار الامان مورخہ ۱۸ جولائی سنہ ۱۹۰۸ء مطابق ۱۸ جمادی الثانی سنہ ۱۳۲۶ھ — نمبر ۴۴

حضرت خلیفۃ المسیحؓ کے ایک درد دل کا اظہار

۱۶- جولائی سنہ ۱۹۰۸ء کے درس قرآن شریف میں سورہ الشوریٰ کا پہلا رکوع تھا۔ آپؓ نے ابتداء درس میں فرمایا کہ اس سورت شریف کا ابتداء نہایت ہی عجیب رنگ میں ہوا ہے اور اس میں بڑے بڑے باریک اسرار اور پر معارف نکات بھرے ہوئے ہیں مگر آج میری طبیعت پر ایسا کچھ غیر معمولی صدمہ ہے کہ طبیعت میں اُن معارف اور باریک علوم کے بیان کرنے کی برداشت نہیں۔ خدا کا فضل اور توفیق شامل حال رہی اور زندگی ہوئی۔ تو انشاء اللہ کسی دوسرے وقت بیان کرونگا آپؓ کے اس رنج اور صدمے کا باعث یہ ہے کہ خدا کی ایک ویاریک حکمتوں اور مخفی در مخفی مصالح سے حضرت اقدسؑ کا ایک اشتہار جو انہی کالموں میں **اشتہار مفید الاخیار** کے عنوان کے نیچے ہدیہ ناظرین کیا گیا ہے۔ آپؓ کے ہاتھ میں آگیا اسکا مضمون جیسا کہ آپکو پڑھنے سے معلوم ہوگا۔ آپؓ نے پڑھا اور پھر یہ خیال کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایک ایسی پاک خواہش جسکا اظہار حضور نے ۹- ستمبر سنہ ۱۹۰۱ء کو کیا جسپر آج سات سال گذر گئے ہیں مگر اسکی طرف ابھی تک توجہ نہیں ہوئی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایسی پاک خواہش کا اتنا لمبا عرصہ معرض التوا میں پڑے رہنا اور قوم میں سے کسی ایک فرد کا بھی اسکی طرف متوجہ نہ ہونا۔ یہ خیال ایک ایسے انسان کے واسطے جس نے حضرت اقدسؑ کے ایک اشارہ پر ترک دنیا ترک وطن ترک جاہ و حشم کر دیا ہو۔ اور اپنے تمام ارادوں اور خواہشات کو اس امام حق کے ارادوں پر قربان کر دیا ہو۔ اور وہ اسکی محبت میں ایسا گم ہو کہ ایک رات کے واسطے اسکی جدائی اسکو موت نظر آتی ہو کیسا دکھ دہ اور کیسا رنج رسان اور کیسا صدمہ پیدا کرنیوالا ہو سکتا ہے۔ اسکا صحیح اندازہ وہی لوگ کر سکتے ہیں جن کو کسی سے ایسا ہی اخلاص و ارادت ہو +

بہر حال حضرت خلیفۃ المسیحؓ نے یہ خواہش کی ہے کہ حضرت اقدسؑ کے اس اشتہار کی اشاعت کیجاوے اور جن احباب کو اخبار نہیں پہنچتے یا وہ اخباروں سے مذاق نہیں رکھتے اخبار پڑھنے والے احباب انکو یہ اشتہار سنا دیں حضرت خلیفۃ المسیحؓ یہ بھی فرماتے ہیں۔ کہ حضرت اقدسؑ نے اگر و ستمبر سے ۲۴ دسمبر تک اس کام کیواسطے مہلت دی تھی۔ تو اب ۲۰ جولائی سے ۲۴ دسمبر تک مہلت ہے کیا اچھا ہو کہ ایک بڑی جماعت حضرت اقدسؑ اور پھر خلیفۃ المسیحؓ کی اس خواہش کے پورا کرنیکے واسطے کمر ہمت باندھیں اور خدا مدد پا کر دسمبر سنہ ۱۹۰۸ء کے جلسہ پر اس امتحان میں شامل ہو جاویں جو لوگ اسمیں شامل ہونا چاہیں انکو ضروری ہے کہ مجھے از راہ محبت اطلاع دیں۔ اس اطلاع میں مجھے بہت خوشی ہوگی۔ احباب توجہ کریں اور عبد الرحمٰن پوری توجہ کرو۔ (ا-)

(حضرت اقدسؑ کا اشتہار ذیل میں درج ہے)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

اشتہار مفید الاخیار

چونکہ یہ ضروری سمجھا گیا ہے۔ کہ ہماری اس جماعت میں کم سے کم ایکسو آدمی ایسا اہل فضل اور اہل کمال ہو کہ اس سلسلہ اور اس دعوے کے متعلق جو نشان اور دلائل اور براہین قویہ قطعیہ خدا تعالیٰ نے ظاہر فرمائے ہیں۔ ان سب کا اسکو علم ہو اور مخالفین پر ہر ایک مجلس میں بوجہ احسن اتمام حجت کر سکے اور انکے مفتریانہ اعتراضات کا جواب دے سکے اور خدا تعالیٰ کی حجت جو انپر وارد ہو چکی ہے بوجہ احسن اسکو سمجھا سکے اور نیز عیسائیوں اور آریوں کے رسالوں شائع کردہ سے ہر ایک طالب حق کو نجات دے سکے اور دین اسلام کی حقیقت اکمل اور اتم طور پر ذہن نشین کر سکے پس ان تمام امور کیلئے یہ قرار پایا ہے کہ اپنی جماعت کے تمام لائق اہل علم اور زیرک اور دانشمند لوگوں کو اسطرف توجہ دیجاوے کہ وہ ۲۴ دسمبر سنہ ۱۹۰۱ء تک کتابوں کو دیکھکر اس امتحان کے لئے طیار ہو جائیں اور دسمبر آئندہ کی تعطیلوں پر قادیان میں پہنچکر امور متذکرہ بالا میں تحریری امتحان دیں۔ اسجگہ اسی غرض کیلئے تعطیلات مذکورہ میں ایک جلسہ ہوگا اور مباحث مندرجہ کے متعلق سوالات دئے جائینگے۔ ان سوالات میں جو لوگ جو پاس نکلینگی انکو ان خدمات کے لئے منتخب کیا جائے گا اور وعدہ الٰہی ہونگے۔ کہ ان میں سے بعض دعوت حق کے لئے مناسب مقامات میں بھیجے جائیں اور اسی غرض سے قادیان میں ... انشاء اللہ تعالیٰ اسی غرض سے قادیان میں ... مناسب ہے کہ ہمارے احباب ... ۲۴ دسمبر سنہ ۱۹۰۱ء کو ... والسلام ... المشتہر میرزا غلام احمد از قادیان ۹ ستمبر سنہ ۱۹۰۱ء

مطبع انوار احمدیہ پریس قادیان میں باہتمام شیخ یعقوب علی تراب احمدی چھپ کے شائع ہوا۔

www.aaiil.org

کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ مل کر گویا خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مل کر کیا جاتا ہے اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قیصر و کسریٰ کے خزائن کا مالک ہونا گویا خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فتح کرنا اور مالک ہونا ہے۔ تو پھر کیا وجہ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعض پیشگوئیوں کے متعلق انتظار نہیں کیا جاتا۔ کہ آپ کے جانشین اور مخلص خادموں کے ہاتھوں سے یا خود آپ کی اولاد کے ہاتھوں پر خدا تعالیٰ ان کو پورا کر دے۔

دوسری بات جو یاد رکھنے کے قابل ہے وہ یہ ہے کہ انذاری پیشگوئیوں میں سنت اللہ اسی طرح سے جاری ہے کہ وہ بعض اوقات توبہ و استغفار تضرع و ابتہال سے ٹل ہی جایا کرتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے خود قرآن شریف میں اس اصول کو بیان فرمایا ہے۔ ان یک صادقا یصبکم بعض الذی یعدکم۔ اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ صادق کے صدق کی شناخت کے واسطے ضروری نہیں کہ تمام پیشگوئیاں پوری ہوں۔ بلکہ بعض حصہ ان پیشگوئیوں کا پورا ہوتا ہے۔

تیسری بات جو پیشگوئیوں میں دیکھنی چاہئے۔ وہ یہ ہے کہ پیشگوئیوں میں کثرت کا لحاظ رکھا جاوے۔ اگر چند مثالیں بظاہر مخالف نظر آویں۔ تو نہیں ہٹ کر نتیجہ پر پہنچنا چاہئے کیونکہ ممکن ہے کہ تمہاری سمجھ میں نہ آئی ہوں اور اصل میں وہ درست ہوں۔

النادر کالمعدوم

تعجب آتا ہے۔ کہ ایک بات کو ہاتھ میں لے کر ان سینکڑوں اور ہزاروں نظیروں کی پرواہ نہیں کرتے۔ جو ہم پیش کرتے ہیں۔ بیسوں مثالیں ایسی موجود ہیں۔ کہ خود بخود گھر میں بیٹھ کر لوگوں نے مباہلہ کیا اور اپنی ہی بددعاؤں سے ہلاک ہو گئے۔

میں پھر کہتا ہوں۔ کہ منہاج نبوت کو ہاتھ سے ہرگز نہ چھوڑا جائے۔ اور اگر اس امر کا لحاظ نہ رکھا جاوے۔ تو پھر تمام سلسلہ نبوت ہی غلط ٹھہرتا ہے۔ اور کسی ایک نبی کی بھی نبوت ثابت کرنی مشکل ہو جائے گی۔

میں یقین کامل رکھتا ہوں کہ یقیناً وہ دونوں ہلاک ہونیوالے ہیں۔ اور ان کی ہلاکت سے ہمیں خدا ویسی ہی خوشی دیگا۔ جیسی کہ مسیلمہ کذاب کی ہلاکت سے صحابہ رضی اللہ عنہم کو ہوئی تھی۔

آخر میں میں یہی نصیحت کرتا ہوں کہ خدا کے دین کے لئے سچا جوش اور خدا کی راہ میں سچا اخلاص اور صدق دکھاؤ۔ آپ لوگ بحث مباحثات سے وہ بات دنیا پر ہرگز ثابت نہیں کر سکتے۔ جو نیک نمونے اور نیک چلنی سے کر سکو گے۔ دیکھو وہ پاک وجود صرف ایک نفس واحد تھا۔ مگر اس نے اپنے اسوۂ حسنہ نیکی۔ اور کمال کی وجہ سے کئی لاکھ انسانوں کو تھوڑی ہی عرصہ میں باوجود مخالفت کی سخت آندھیوں کے کس طرح اپنی طرف کھینچا۔ کہ انکی راہ میں جان و مال تک فدا کرنے کے واسطے تیار ہو گئے۔ صرف ایک پاک نفس کی محنت توجہ اور دعاؤں کا تو یہ نتیجہ ہے کہ کئی لاکھ کو باوجود ایسے مشکلات کے اپنی بات سنوا گیا۔ تو پھر آپ لوگ تو لاکھوں ہو۔ راہ کھلی ہے ہمیں بھی اسی وسیع دعا کے کرنے کا حکم ہے

اھدنا الصراط المستقیم

اور اس کی قبولیت بھی یقینی ہے۔ کیونکہ اگر خدا وہ مراتب جو انعمت علیہم لوگوں کو دے۔ خدا کسی دوسرے کو دے سکتا ہی نہ تھا۔ تو پھر ہمیں یہ دعا سکھلانے کے کیا معنے ہیں؟ مخالف خواہ کوئی ہی معنے کرے۔ مگر ہم تو اسی پر قایم ہیں۔ کہ خدا نبی پیدا کر سکتا ہے صدیق بنا سکتا ہے۔ اور شہید اور صالح کا مرتبہ عطا کر سکتا ہے۔ مگر چاہیئے مانگنے والا۔ غرض جب ایک مسیح دنیا میں یہ عجیب کارنمایاں کر گیا ہے تو پھر آپ لوگ جن میں وہ ایسی روح پیدا کر گیا۔ کیا اب وہ کام نہ کر سکو گے؟ کر سکو گے اور ضرور کرو گے۔ اور آپ بھی اسی کے ہر رنگ کام ظاہر ہونگے۔ آپ لوگوں کے ہاتھوں پر بھی روحانی فتوحات کے دروازے کھولے جاوینگے بشرطیکہ آپ بھی اسی راہ پر قدم زن اور وہی صدق و ثبات اور اخلاص خدا کی راہ میں دکھائیں دیکھو آنحضرتؐ کی وفات کے بعد ابوبکر و عمر رضی اللہ نے کیسے کیسے فتوحات حاصل کئے۔ اور کہاں تک سلطنت اسلام وسیع ہو گئی۔ علیٰ ہذالقیاس۔ ان کے بعد بھی بہت سی فتوحات ہوئیں۔ اس کی کیا وجہ تھی؟ یہی کہ وہی آنحضرت کی روح صحابہ میں کام کرنے لگی۔ اگر پہلے ایک وجود تھا۔ تو پھر ہزاروں لاکھوں وجود پیدا ہو گئے تھے۔ اسی قسم سے اب ہمارے حضرت مسیح موعود کو وفات پا جانے سے بھی سلسلہ بند نہیں ہو گیا۔ کوئی کمی نہیں آ گئی۔ خدا تعالیٰ نے وہ دروازے بند نہیں کر دئے۔ مگر ہاں

یہ آپ لوگوں کا فرض ہے۔

کہ کوشش اور محنت سے وہ کام کر کے دکھاؤ۔ اور اس قوت ایمانی اور نور کا ثبوت دو۔ اور اس کے اثر دکھاؤ اور اس مقصد عالی کو مدنظر رکھکر کام کرو . . . . . . اور اسلام کو تمام ادیان پر غلبہ دینے کی کوشش کرو پہلے خود اپنے آپ میں اسلام کی پاک تعلیمات کا پورا اور سچا نمونہ دکھاؤ۔ اور لوگوں کو اس کی تعلیمات کے برکات اور فیوض سے اس طرح اطلاع دو۔ کہ وہ اس نور کو خود بخود آپ کے چہروں سے آپ کے چلنے سے پھرنے سے بیٹھنے سے۔ اٹھنے سے کاروبار سے لین دین سے غرض اپنی زندگی کے ہر پہلو میں اسکا عملی نمونہ دکھاؤ۔ تا ہر ایک اعتراض کرنے والا خود بخود شرمندہ ہو جائے۔ اسکا منہ بند ہو اور وہ اندر ہی اندر مر رہے۔ واقعی اب بحث کی ضرورت نہیں۔ اور نہ ہی بحث سے کام نکلتا ہے۔

ہم نے جس کے ہاتھ میں ہاتھ دیا۔ وہ صادق تھا۔ خدا کا برگزیدہ اور مقدس رسول تھا۔ پاکیزگی کی روح اس میں اپنے کمال تک پہنچی ہوئی تھی۔ اسی کے اثر نے جوش کیا اور اسکا اثر دنیا میں پھیلا۔ اس میں قوت قدسی اور قوت جذب تھی۔ انہی باتوں سے وہ دنیا میں کامیاب ہوا اور مظفر و منصور ہوا۔ اور وہی راہ ہے کہ آپ لوگ بھی اس پر قدم مار کر کامیاب ہو گے۔

اللہ تعالیٰ اپنی خاص نصرت
ہمارے شامل حال کرے
اور ہمیں خاص توفیق
عطا فرماوے
آمین

مرتبہ عبدالرحمان قادیانی - ۱۶ - جولائی ۱۹۰۸ء

معذرت

الحکم کے بعض پرچے بعض خاص مجبوریوں کی وجہ سے مقررہ تاریخوں پر شایع نہیں ہو سکے اس کمی کو انشاء اللہ مقررہ صفحات سے اخبار کا حجم بڑھا کر شایع کرنے کے ذریعہ سے پورا کر دیا جاوے۔ نمبروں کی ترتیب میں کوئی نقص نہیں آتا۔

مینیجر

MALFUZAT

Sayings & Discourses of the Promised Messiah

VOLUME II

Hazrat Mirza Ghulam Ahmad of Qadian
The Promised Messiah and Mahdi
(on whom be peace)

اِهۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِيۡمَ صِرَاطَ الَّذِيۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَيۡهِمۡ [1]

This means, O Allah! Show us the straight path. The path of those upon whom You have bestowed Your favour. This is the supplication which is offered at all times, in every Prayer, within every *rak'at* of the Prayer. The number of times that this supplication is repeated demonstrates its importance.

The Prime Objective of the Ahmadiyya Community

Our community must remember that this is not a minor thing and the actual purpose is not to repeat these words like a parrot. In fact, this is an effective and faultless recipe that transforms an individual into the most excellent of people. One ought to keep this objective in mind as though it were an amulet.

The verse just mentioned is a supplication which seeks to beg for four classes of excellence. If man attains these four categories of excellence, he shall, as if, do justice to this prayer and in fact do justice to the purpose of his very own creation. Furthermore, in this way, man shall also fulfil his responsibility in making use of the abilities and faculties that have been given him.

A Commentary of 'Those Upon Whom God Has Bestowed His Blessings'

One should also not forget that certain parts of the Holy Quran are a commentary and explanation of other parts. In one instance, a matter will be alluded to in brief, but in another instance the very same matter is expounded in detail. In other words, the latter is a commentary of the former. Therefore, in the instance under discussion, here Allah the Exalted states:

صِرَاطَ الَّذِيۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَيۡهِمۡ [2]

The path of those upon whom Thou hast bestowed Thy blessings.

Now, this is an indication in brief. In another instance, however, the Holy Quran itself has expounded that 'those upon whom God has bestowed His blessings' are as follows:

---

1 *al-Fatihah,* 1:6-7
2 *al-Fatihah,* 1:7

مِنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ[1]

From among the Prophets, the Truthful, the Martyrs and the Righteous.

That is to say, those upon whom God has bestowed His blessings comprise four classes of people: the Prophets, the Truthful, the Martyrs and the Righteous. All four of these magnificent ranks are gathered in the Prophets, peace be upon them, because this is the highest rank among these four. It is obligatory upon each and every one of us to strive correctly to attain these excellences, in the manner that the Holy Prophet, peace and blessings of Allah be upon him, has shown us through his own actions.

Never Abandon the Way of the Holy Prophet[sa]

I would also like to tell you that there are many people who desire to attain these excellences by way of their own self-invented incantations and litanies. But let me tell you that if you adopt a method that was not practiced by the Holy Prophet, peace and blessings of Allah be upon him, then it is futile. Who could be more truly experienced in the path of those favoured by God than the Holy Prophet, peace and blessings of Allah be upon him? In fact, he was a man in whose person all the excellences of prophethood reached their final limit as well. The path adopted by the Holy Prophet[sa] is the most effective and nearest way to God. To abandon this path and invent another—irrespective of the joy that it may bring— in my opinion, leads to ruin. This is what God has disclosed to me. By truly following the Holy Prophet, peace and blessings of Allah be upon him, one finds God; but one who does not follow the Holy Prophet[sa]—even after an entire life of striving—shall not be able to attain the ultimate objective. As such, even Sa'di speaks of the necessity of subservience to the Holy Prophet, peace and blessings of Allah be upon him, in the following words:

بزہد و ورع کوش و صدق و صفا
ولیکن میفزائے بر مصطفیٰ

Strive to forsake materialism, and to adopt piety, sincerity, and purity;
But do not step beyond (the practices taught by) Mustafa[sa].

So, do not abandon the path of the Holy Prophet, peace and blessings of Allah be

1 *an-Nisa*, 4:70

ملفوظات

حضرت مرزا غلام احمد قادیانی

مسیح موعود و مہدی معہود

بانی جماعت احمدیہ

جلد اوّل

اگر انسان ان چار قسم کے کمالات کو حاصل کرے گا، تو گویا دُعا مانگنے اور خلقِ انسانی کے حق کو ادا کر دے گا اور ان استعدادوں اور قویٰ کے بھی کام میں لانے کا حق ادا ہو جائے گا جو اس کو دی گئی ہیں۔

آیت اَنۡعَمۡتَ عَلَیۡہِمۡ کی تفسیر

اِس بات کو کبھی بھولنا نہیں چاہیے کہ قرآن شریف کے بعض حصّے دُوسرے حصّوں کی تفسیر اور شرح ہیں۔ ایک جگہ ایک امر بطریقِ اجمال بیان کیا جاتا ہے، تو دُوسری جگہ وُہی امر کھول کر بیان کر دیا گیا ہے۔ گویا دُوسرا پہلے کی تفسیر ہے پس اس جگہ جو یہ فرمایا: صِرَاطَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَیۡہِمۡ (الفاتحہ: ۷) تو یہ بطریقِ اجمال ہے، لیکن دُوسرے مقام پر منعم علیہم کی خود ہی تفسیر کر دی ہے۔ مِنَ النَّبِیّٖنَ وَ الصِّدِّیۡقِیۡنَ وَ الشُّہَدَآءِ وَ الصّٰلِحِیۡنَ (النساء: ۷۰) منعم علیہم لوگ چار قسم کے ہوتے ہیں۔ نبی، صدیق، شہید، صالح، انبیاءؑ میں یہ چاروں شانیں جمع ہوتی ہیں۔ کیونکہ یہ اعلیٰ کمال ہے۔ ہر ایک انسان کا یہ فرض ہے کہ وُہ اِن کمالات کے حاصل کرنے کے لیے جہاں تک مجاہدہ صحیحہ کی ضرورت ہے اس طریق پر جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے عمل سے دکھا دیا ہے۔ کوشش کرے۔

آنحضرت کی راہ کو ہرگز نہ چھوڑو

مَیں یہ بھی تمھیں بتا دینا چاہتا ہوں کہ بہت سے لوگ ہیں جو اپنے تراشے ہوئے وظائف اور اَوراد کے ذریعہ سے ان کمالات کو حاصل کرنا چاہتے ہیں یا خدا تعالیٰ کے ساتھ سچا تعلق پیدا کرنا چاہتے ہیں، لیکن مَیں تمھیں کہتا ہوں کہ جو طریق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اختیار نہیں کیا۔ وہ محض فضول ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر مُنعَم علیہم کی راہ کا سچا تجربہ کار اور کون ہو سکتا ہے۔ جن پر نبوت کے بھی سارے کمالات ختم ہو گئے۔ آپؐ نے جو راہ اختیار کی وہ بہت ہی صحیح اور اقرب ہے۔ اس راہ کو چھوڑ کر دُوسری راہ ایجاد کرنا خواہ وہ بظاہر کتنی ہی خوش کُن معلوم ہوتی ہو۔ میری رائے میں ہلاکت ہے اور خدا تعالیٰ نے مجھ پر ایسا ہی ظاہر کیا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی اتّباع سے خدا ملتا ہے اور آپؐ کی اتباع کو چھوڑ کر خواہ کوئی ساری عمر ٹکریں مارتا رہے، گوہرِ مقصود اس کے ہاتھ نہیں آسکتا؛ چنانچہ سعدی بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کی ضرورت بدیں الفاظ بتاتا ہے:؎

بزہد و ورع کوش و صدق و صفا   ولیکن میفزائے بر مصطفےٰ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی راہ کو ہرگز نہ چھوڑو۔ مَیں دیکھتا ہوں کہ قسم قسم کے وظیفے لوگوں نے ایجاد کر لیے ہیں۔ اُلٹے سیدھے لٹکتے ہیں اور جوگیوں کی طرح راہبانہ طریقے اختیار کیے جاتے ہیں، لیکن یہ سب بے فائدہ ہیں۔ انبیاء کی یہ سُنّت نہیں کہ وہ اُلٹے سیدھے لٹکتے رہیں یا نفی اثبات کے ذکر کریں اور آرّہ کے ذکر کریں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی لیے اُسوۂ حسنہ فرمایا لَکُمۡ فِیۡ رَسُوۡلِ اللّٰہِ اُسۡوَۃٌ حَسَنَۃٌ (الاحزاب: ۲۲) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے

نقشِ قدم پر چلو اور ایک ذرّہ بھر بھی اِدھر یا اُدھر ہونے کی کوشش نہ کرو۔

جماعتِ احمدیہ کے قیام کا مقصد

غرض مُنعم علیہم لوگوں میں جو کمالات ہیں اور صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْہِمْ (الفاتحہ: ۷) میں جس کی طرف اللہ تعالیٰ نے اشارہ فرمایا ہے۔ ان کو حاصل کرنا ہر انسان کا اصل مقصد ہے اور ہماری جماعت کو خصوصیت سے اس طرف متوجہ ہونا چاہیے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس سلسلہ کے قائم کرنے سے یہی چاہا ہے کہ وہ ایسی جماعت تیار کرے جیسی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تیار کی تھی تاکہ اس آخری زمانہ میں یہ جماعت قرآن شریف اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سچائی اور عظمت پر بطور گواہ ٹھہرے۔

مقامِ نبوّت

ان کمالات میں سے جو منعم علیہم گروہ کو دیئے جاتے ہیں۔ پہلا کمال نبوّت کا کمال ہے۔ جو بہت ہی اعلیٰ مقام پر واقع ہے۔ ہمیں افسوس ہے کہ وہ الفاظ نہیں ملتے جن میں اس کمال کی حقیقت بیان کر سکیں۔ یہ قاعدہ کی بات ہے کہ جس قدر کوئی چیز اعلیٰ ہو اس کے بیان کرنے کے واسطے اُسی قدر الفاظ کمزور ہوتے ہیں اور نبوّت تو ایسا مقام ہے کہ انسان کے لیے اس سے بڑھ کر اور کوئی درجہ اور مرتبہ نہیں ہے، تو پھر یہ الفاظ میں کیونکر بیان ہو سکے۔ مختصر اور ناکافی طور پر ہم یُوں کہہ سکتے ہیں کہ جب انسان سفلی زندگی کو چھوڑ دیتا ہے اور بالکل سانپ کی کینچلی کی طرح اس زندگی سے الگ ہو جاتا ہے۔ اُس وقت اس کی حالت اور ہو جاتی ہے۔ وہ بظاہر اسی زمین پر چلتا پھرتا کھاتا پیتا ہے اور اس پر قانونِ قدرت کا ویسا ہی اثر ہوتا ہے۔ جیسے دُوسرے لوگوں پر، لیکن باوجود اس کے بھی وُہ اس دُنیا سے الگ ہوتا ہے اور وُہ ترقی کرتے کرتے اُس مقام پر جا پہنچتا ہے، جو نقطۂ نبوّت کہلاتا ہے۔ اور جہاں وہ خدا تعالیٰ سے مکالمہ کرتا ہے۔ یہ مکالمہ یُوں شروع ہوتا ہے کہ جب وُہ نفس اور اُس کے تعلّقات سے الگ ہو جاتا ہے، تو پھر اس کا تعلق محض اللہ تعالیٰ سے ہی ہوتا ہے اور اُسی سے وُہ مکالمہ کرتا ہے۔

کلامِ نفس

انسان کی حالت ایسی واقع ہوئی ہے کہ یہ کبھی نکمّا اور بیکار نہیں رہتا اور نفس کلام سے بھی کبھی فارغ نہیں ہوتا ہے۔ نفس اور شیطان سے ہی اُس کا مکالمہ شروع رہتا ہے۔ اگر کوئی اور بات کرنے والا نہ ہو۔ بعض اوقات لوگ دیکھتے ہیں کہ ایک انسان بالکل خاموش ہے، لیکن درحقیقت وُہ خاموش نہیں ہوتا۔ اس کا سلسلۂ کلام اپنے نفس سے شروع ہوتا ہے اور بعض اوقات وہ بہت ہی لمبا ہوتا ہے۔ اور شیطانی رنگ میں اُسے خود لمبا کرتا ہے اور بے شرمی سے اُسے لمبا ہونے دیتا ہے۔ یہ سلسلۂ کلام کبھی خیالی فسق کے رنگ میں ہوتا ہے اور کبھی بے ہُودہ اور جھوٹی تمناؤں کے رنگ میں اور اس سے وہ کبھی فارغ نہیں رہتا۔ جبتک کہ اِس سفلی زندگی کو چھوڑ نہ دے۔ یہ بھی یاد رکھو کہ اس قسم کے خطرات اور خیالات کا سلسلہ جسے